اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ حقیقت کسی طویل مباحثے کی محتاج نہیں کہ معاشرتی تعمیر و ترقی میں خواتین نے ہر دور میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، مگر بعض معاشرے اُنہیں وہ مقام نہ دے سکے جن کی وہ مستحق ہیں۔ وطنِ عزیز میں خواتین کے حوالے سے سب اچھا نہیں، یقیناً کچھ خرابیاں موجود ہیں جن کی اصلاح از حد ضروری ہے، مگر اصلاح کے شوق میں اُن روایات و اقدار کو جو ہمارے دین و ایمان کا حصّہ ہیں پس پشت ڈالنا بھی سنگین جُرم ہوگا۔ ماضی قریب میں رواج رہا ہے کہ والدین کے ترکے میں سے بہنوں کو حصّہ نہیں دیا جاتا تھا اور کچہریوں میں زر پرست بھائیوں نے شرعی طریقۂ تقسیم وراثت کی جگہ رواج کو اہمیّت دی۔ زمین اور دولت کی یہی ہوس ہے کہ بعض والدین نے اپنی بیٹیوں اور بھائیوں نے اپنی بہنوں کو گھر بسانے سے محروم رکھا، تاکہ اُن کی جائیداد کسی دوسرے خاندان میں جانے سے محفوظ رہے۔ خواتین کی زندگی کے اہم ترین فیصلوں میں بزرگوں نے اُن سے رائے لینے کو ضروری خیال نہ کیا۔ اُن کی تعلیم پر پابندیاں لگائی گئیں اور مجازی خداوں نے اپنے گھروں میں اطاعت شعاری پر زور دیتے ہوئے حسنِ سلوک کو مناسب مقام نہ دیا، تاہم نفاذِ شریعت کا درد رکھنے والے اہل نے قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد، ہر عہد میں خواتین کے اُن حقوق کی پاسداری پر زور دیا جو اُنہیں خالقِ کائنات نے عطا کیے ہیں۔

رواں عشرے میں خواتین کی تحریک میں جو تیزی آئی ہے، اِس کے اسباب و علل کے تجزیے کو فی الوقت چھوڑتے ہوئے، یہ بات واضح ہے کہ اِس تحریک کے ہراول دستے میں جو خواتین شامل ہیں، اُن کی بڑی تعداد پاکستانی معاشرے کو اُس نہج پر استوار کرنے کی خواہش مند ہے، جِس پر مغربی معاشرے کی گزشتہ صدی ڈیڑھ میں تشکیل ہوئی ہے، البتّہ کبھی کبھی تحریکِ نسواں کی اکا دکا رہنماؤں نے تجدّد پسندانہ انداز میں اسلام کا ذکر کیا ہے جو مغربیّت سے تصادم کے بجائے اتحاد و تعاون پر زور دیتا ہے۔ اِس پس منظر میں یہ بات چنداں حیرت خیز نہیں ہوگی کہ اقوام متحدہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی عورتوں کی چوتھی عالمی کانفرنس (بیجنگ، عوامی جمہوریہ چین: ۴-۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء) اور اس کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیموں کے فورم (۳۰ اگست - ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء) میں بحیثیت مجموعی سیکولر اور تجدد پسندانہ اندازِ فکر غالب رہے۔

چوتھی عالمی کانفرنس کے موضوع "امن، ترقی اور مساوات کے لیے اقدام" کے حوالے سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور تنظیموں کی تیاریوں کے حوالے سے ہوا کا رُخ معلوم ہو رہا ہے، مگر یہ بات وہم و گمان میں بھی نہ آئی تھی کہ بیجنگ کے اجتماعات سے خواتین کے مسائل سے ہٹ کر کچھ

دوسرے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایک مسیحی خاتون کارکن مسٹر نسیم جارج سے جب پوچھا گیا کہ اقلیّتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی پاکستانی خواتین بیجنگ کانفرنس میں کیا آواز اٹھائیں گی تو اُنھوں نے جواب دیا۔

پاکستانی خواتین کے بہت سے مسائل اور مطالبے ایک جیسے ہیں۔ ہم بھی باقی پاکستانی عورتوں کے ساتھ آواز ملائیں گی، تاہم کچھ ایسی باتیں جن کا اظہار ہم وہاں کریں گی۔ [یہ ہیں۔]

۱۔ متعصّبانہ قوانین کو ختم کیا جائے۔

۲۔ ۲۹۵-بی اور ۲۹۵-سی کو ختم کیا جائے، تاکہ ہمارا تحفّظ یقینی ہو۔

۳۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کو مسترد کیا جائے اور اِس کی جگہ مخلوط طریقہ انتخاب رائج کیا جائے۔

۴۔ میناریٹی خواتین کو اغواء کیا جاتا ہے، پھر اُن سے جبراً شادی کر کے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ تنسیخِ نکاح کا قانون باعثِ تشویش ہے کیوں کہ یہ ہمارے مقدّس ساکرامنٹ کے برعکس ہے۔

۵۔ ہم اپنے اصل پاکستانی کلچر کو نمایاں کرنے پر زور دیتے ہیں اور اس میں عورت کا جو صحیح مقام ہے اُس کو محفوظ رکھنے اور ترقی کے لیے فکرمند ہیں۔ میڈیا یعنی ٹی-وی کو اِس میں بھرپور حصّہ ادا کرنا چاہیے۔

۶۔ میناریٹی خواتین جو کہ غریب طبقے سے تعلق رکھتی ہیں، اُن کے لیے بنک قرضہ جات کا عمل آسان اور سادہ بنایا جائے تاکہ وہ مالی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔

۷۔ اعلیٰ اور پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے کوٹہ سسٹم کے ساتھ ساتھ اوپن میرٹ میں میناریٹی سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے مواقع مہیا ہونے چاہئیں۔

۸۔ گورنمنٹ کی سطح پر قائم کی جانے والی کمیٹیوں میں میناریٹی خواتین کو نمائندگی دی جائے۔

کیا مذکورہ بالا ایجنڈا، جِس میں خواتین کے مسائل کا ذکر برائے وزن بیت کیا گیا ہے، پاکستان کے سیاسی اور دینی تناظر میں مسیحی برادری کے لیے وطنِ عزیز میں خیر سگالی کے جذبات قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوگا؟ مسیحی برادری کے ذمہ داروں کو اِس پہلو پر سوچنا چاہیے کہ اُن کے بارے میں اکثریت کے دلوں میں محبت کی جگہ نفرت کون پیدا کر رہا ہے؟ اور اِس کے آخر الامر نتائج وطنِ عزیز اور اِس کے باسیوں کے لیے کیا برآمد ہوں گے۔